چھٹی قسط

عربی زبان تاریخ کے تناظر میں

مولانا عمید الزماں قاسمی کیرانوی

المحکم : اس کے مؤلف مشہور لغوی، ادیب اور منطقی ابوالحسن علی بن اسمٰعیل ہیں۔ابن سیدہ کے نام سے ان کی شہرت ہے۔وہ اندلس میں مرسیہ (Murcia) میں پیدا ہوئے اور دانیہ میں تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں ربیع الثانی ۴۵۸ھ/ مارچ ۱۰۶۶ء کو انتقال کر گئے۔ابن سیدہ نابینا تھے۔اللہ نے ان کو بے پناہ قوت حافظہ اور ذہانت وذکاوت سے نوازا تھا۔اُنھوں نے اپنے والد سے جو خود ایک ممتاز لغت داں تھے، نیز ابو العلاء ساعد البغدادی، ابو عمر احمد بن محمد الطَلَمنکی، صالح بن الحسن البغدادی اور دوسرے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ہم تک ان کی حسب ذیل تصانیف پہنچی ہیں: ❶ کتاب شرح مشکل المتنبی :دیوان متنبّی کے مشکل اشعار کی شرح، حذیویہ لائبریری فہرست۴:۲۷۳۔ ❷ کتاب المخصص :یہ ایک ضخیم لغت کی کتاب ہے،جس میں ثعالبی کی فقہ اللغہ کے انداز میں الفاظ کو معانی کے اعتبار سے معینہ اصناف کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔بولاق میں ۱۷ جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ ❸ کتاب المحکم والمحیط الاعظم: یہ بھی ایک ضخیم اور نہایت عمدہ لغت کی کتاب ہے۔

یہی کتاب ہمارا موضوع بحث ہے۔اس میں الخلیل کی العین کے نظام کی پیروی کے ساتھ ساتھ دوسری قوامیس ومعاجم میں اس نظام کی بہتری کی جو شکلیں پیدا کی گئیں ان کا بھی لحاظ کیا گیا ہے۔الفاظ کی ترتیب میں حروف ہجاء کا اعتبار ہے۔اس ترتیب میں پہلے حرف اصلی کا لحاظ رکھا گیا ہے اور حروف کی ترتیب حسب ذیل ہے: ع۔ح۔ھ۔خ۔غ۔ق۔ک۔ش۔ض۔ص۔س۔ز۔ط۔د۔ف۔ظ۔ذ۔ث۔ر۔ل۔ن۔ف۔ب۔م۔ء۔ی۔و۔

یہ معجم عربی کی اہم معاجم میں سے ہے اور دوسری بعض معاجم کے لیے اسے اساسی مرجع کی حیثیت حاصل ہے۔چنانچہ عربی کی سب سے زیادہ مشہور ومتداول اور قدیم مستند لغت ''لسان العرب'' میں اس کے مؤلف ابن منظور نیز بعض دوسرے اصحاب لغات جیسے ابن مکتوم نے اس سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ازہری کی التھذیب کے انداز میں اس معجم میں بھی قرآن وحدیث سے لغت کا ربط قائم کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔المحکم میں عروض، لغاتِ عرب اور اعلام کے ذکر کا اہتمام بعض دوسری لغات ومعاجم کے مقابلے میں کم سہی لیکن موجود ہے۔

ابن سیدہ کی المحکم کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ اس میں نحو وصرف کے قواعد سے متعلق کافی مباحث ہیں، قرآن کریم کی مختلف قراءتوں اور ان کی توجیہات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ایک اور قابلِ ذکر خصوصیت نباتات کی

تفصیلات اور تشریحات کا اہتمام ہے، اس سلسلہ میں سابقہ معاجم کے متعلقہ مشمولات پر اکتفا نہ کرتے ہوئے، صاحب معجم نے اس موضوع سے متعلق دوسری اہم کتب سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مواد کی تشریح میں عام طور پر انتہائی باریک بینی اور دقیقہ سنجی سے کام لیا گیا ہے۔ مختلف تشریحات کی تائید میں قرآن وحدیث اور ماثور کلامِ عرب سے استدلال کا اہتمام کیا گیا ہے لیکن پیش کردہ اشعار کو ان کے کہنے والوں کی طرف منسوب کرنے پر توجہ نہیں دی گئی۔ اس معجم میں متعدد رسائل وکتب میں بکھرے ہوئے مواد لغت کو اس طریقہ پر جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان کی ضرورت باقی نہ رہے۔ کچھ خامیاں اور قابل گرفت چیزیں بھی اس میں در آئی ہیں، مثلاً بعض الفاظ کی تشریحات یا ضبط اعراب میں دِقتِ نظر کی کمی یا غلطیوں کا واقع ہونا، حروف کی تبدیلی سے تصحیف کا عیب پیدا ہونا جیسے تقعوس البیت (یعنی انہدام) کی جگہ تقعوش لکھا جانا۔ استدلال کے لیے شواہد بیان کرتے وقت تصحیف کا واقع ہونا مثلاً بخع کے معنی کی تشریح کے ضمن میں قرآن کی آیت نقل کرتے ہوئے۔ لعلك باخع نفسك علی آثارھم میں لعلك سے پہلے فا ترک کر دینا، العین اور الجمہرہ وغیرہ سابقہ معاجم کے ان الفاظ کو نقل کر دینا جو موضوع تنقید بن چکے تھے۔ حذیویہ لائبریری میں اس کا نامکمل نسخہ (فہرست ۴: ۱۸۴) موجود ہے۔ صاحب المعاجم اللغویۃ لکھتے ہیں کہ یہ معجم مخطوطہ کی شکل میں دنیا کے متعدد کتب خانوں میں بٹی ہوئی ہے۔ عرب لیگ نے اس کی طباعت کی طرف توجہ کی اور اس کے دو جز شائع بھی ہو چکے ہیں۔

الجمہرۃ: اس کے مولف ابوبکر محمد بن الحسن بن دریدی الازدی (۲۲۳-۳۲۱ھ) ہیں۔ ابن درید کے نام سے ان کی شہرت ہے۔ خود اپنے بیان کے مطابق، وہ قبیلۂ قحطان سے تعلق رکھتے تھے۔ معتصم کے عہد حکومت میں ۲۲۳ھ/ ۸۳۷ء میں بصرہ میں پیدا ہوئے۔ اسی شہر میں انھوں نے ابوحاتم السجستانی، ابوالفضل الریاشی، ابوعثمان الاشناندانی اور الاصمعی کے بھتیجے جیسے عظیم اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ ۲۵۷ھ/ ۸۷۰-۸۷۱ھ میں جن دنوں زنگیوں (زنج) نے بصرے میں قتل وقتال کا بازار گرم کر رکھا تھا وہ وہیں تھے لیکن بچ نکلے اور اپنے چچا الحسن (بعض کے نزدیک الحسین) کے ساتھ جو ان کی تعلیم کے ذمہ دار تھے، عمان چلے گئے جہاں بارہ سال تک مقیم رہے۔ بعدازاں وہ جزیرہ ابن عمر اور پھر وہاں سے فارس چلے گئے، جہاں وہ آل میکال کے دربار میں ایک مقرب مصاحب کی حیثیت سے رہے۔ جب میکالی ۳۰۸ھ/ ۹۲۰ء میں معزول ہو کر خراسان کی طرف چلے گئے تو ابن درید بغداد چلے آئے۔ یہاں ان کا تعارف خلیفہ المقتدر سے ہوا جس نے ان کا پچاس دینار ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ بلانوش ہونے کے باوجود انھوں نے بہت لمبی عمر پائی۔ جب وہ نوے سال کے تھے تو ان پر فالج کا حملہ ہوا لیکن وہ پھر اچھے ہو گئے اور فالج کے دوسرے حملہ کے باوجود دو سال اور زندہ رہے اور شعبان ۳۲۱ھ (اور ایک روایت کے مطابق ۳۲۵ھ) میں وفات پائی۔

ان کے شاگردوں میں ابوسعید الحسن السیرافی، ابوالفرج الاصفہانی (صاحب الاغانی)، ابوعبداللہ الحسین بن خالویہ، ابوالحسن علی بن عیسی الرمانی النحوی اور ابوالقاسم عبدالرحمن بن اسحٰق الزجاجی وغیرہ اصحاب علم وفضل شامل ہیں۔

ان میں سے ابن خالویہ، سیرافی اور رمانی جیسے بیشتر شاگرد نحو کے دبستان بغدادی کے اساطین سمجھے جاتے ہیں۔

ابن درید حیرت انگیز قوت حافظہ کے مالک تھے۔ ان کو اعلم الشعراء اور اشعر العلماء بھی کہا گیا ہے۔ وہ عربی زبان کے سلسلہ میں حجت تھے لیکن بعض علماء نے ان پر سخت تنقید کی ہے اور زبان کے معاملہ میں ان کے ثقہ ہونے کا انکار کیا ہے، غالباً کثرت سے نبیذ کا استعمال ان علماء کی طرف سے ان کے علم وفضل کے انکار کا سبب تھا۔ الازھری تھذیب کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں: ''ان لوگوں میں جنھوں نے ہمارے زمانہ میں کتابیں تالیف کیں اور اس بات کے لیے ان کو متہم قرار دیا گیا کہ وہ عربی گھڑتے اور ایسے الفاظ کی صنعت گری کرتے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں اور بہت سی ایسی چیزیں جو کلام عرب میں نہیں ہیں ان کو اس میں داخل کرتے ہیں، کتاب الجمهرة کے مؤلف ابوبکر محمد بن الحسن بن درید الازدی ہیں۔''

مقدمة الصحاح میں احمد عبدالغفور عطار مقدمة التهذيب کی مذکورہ بالا عبارت نقل کر کے لکھتے ہیں ''ابن درید کے بارے میں خواہ کچھ بھی کہا گیا ہو اس سے قطع نظر وہ بلاشبہ ان ائمہ لغت میں سے ایک ہیں جنھوں نے عربی زبان کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ اسی طرح ''الجمهرة'' کے خلاف چاہے کچھ بھی کہا گیا ہو وہ ایک عظیم معجم ہے اور انصاف کا تقاضا ہے کہ ابن درید کو اس اتہام سے بری قرار دیا جائے جو ان پر لگایا گیا، کیونکہ حقیقتاً وہ روایت میں تحری کا اہتمام کرتے تھے اور وہی چیز نقل کرتے تھے جس پر ان کو اطمینان ہوتا تھا۔ اس کے باوجود اگر ان کی معجم میں کسی نوع کے وہم وخلل یا فروگذاشت کی بات کی جاتی ہے تو امر واقع یہ ہے کہ بڑی سے بڑی کتابیں عیوب اور قابل گرفت چیزوں سے خالی نہیں ہیں۔ ان کے بارے میں ازہری کی رائے سراسر ناانصافی پر مبنی ہے۔

ابن درید کی بہت سی مؤلفات ہیں۔ ان میں سب سے اہم اور بیش قیمت ان کی معجم ''الجمهرة'' ہی ہے۔ دوسری چند قابل ذکر کتابیں حسب ذیل ہیں: ❶ كتاب الاشتقاق ❷ كتاب السرج واللجام ❸ كتاب المقصور والممدود ❹ كتاب غريب القرآن ❺ كتاب ادب الكتاب (على طريقة ادب الكاتب لابن قتيبة) ❻ كتاب اللغات۔ ان کے علاوہ ان کی دو کتابیں گھوڑے کے موضوع پر ہیں، ایک کتاب اسلحہ پر، ایک بادلوں اور بارش پر (السحاب والغيث) ہے اور ایک ایسے مبہم الفاظ اور تراکیب پر مشتمل ہے جنھیں آدمی اس وقت استعمال کرتا ہے جب اسے قسم کھانے پر مجبور کیا جائے اس کا نام ''كتاب الملاحن'' ہے۔

الجمهرة میں ابن درید نے تقلیبات ہجائی کے نظام کو اپنایا ہے۔ یہ وہی نظام ہے جس کی طرح الخلیل نے اپنی العین میں ڈالی تھی۔ البتہ الجمهرة کی ترتیب میں دوسرا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک مجموعۂ حروف سے تقلیبات کے ذریعہ بننے والے تمام الفاظ کو ایک جگہ جمع تو کیا گیا ہے لیکن ترتیب میں مخارج کے صوتی نظام کو ملحوظ رکھنے کے بجائے حروف کے ابجدی نظام کا لحاظ کیا گیا ہے چنانچہ ''ر۔ب۔ک'' سے بننے والے کلمات ربك، ركب، كرب، كبر، برك، بكر کو با سے شروع ہونے والے کلمہ بكر یا برك میں تلاش کیا جائے گا اس لیے کہ ان حروف میں ترتیب کے لحاظ سے ''با'' پہلا حرف ہے۔

ابن درید الجمہرۃ میں الفاظ کی تشریح کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔قرآن وحدیث اور خالص عربوں کے کلام سے استشہاد کرتے ہیں۔قرآن کی مختلف قراءتوں کا ذکر، مختلف عرب قبائل کے لغات کی تصریح وتوضیح بھی ان کے دائرۂ اہتمام میں شامل ہے، جس کے تحت وہ اس بات کی بھی وضاحت کرتے ہیں کہ کون سی لغت کس قبیلہ سے تعلق رکھتی ہے، کتاب کی ورق گردانی سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ لغت یمن کے حق میں خاصے متعصب ہیں۔اس کے علاوہ معرب ودخیل کلمات کی نشان دہی کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔دخیل کلمات کی وضاحت میں وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ رومی، حبشی، عبرانی اور سریانی زبانوں میں سے کس سے ان کا تعلق ہے۔

الجمہرۃ میں بھی کچھ قابل مواخذہ چیزوں کی نشان دہی کی گئی ہے، مثلاً مولد ومشتبہ الفاظ اچھی خاصی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔حیوانات، نباتات اور آلات پر دلالت کرنے والے الفاظ کی تشریح میں اس وقت کوتاہی کا احساس ہوتا ہے جب وہ یہ کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ یہ مشہور ومعروف ہیں یعنی محتاج تشریح نہیں، نیز وہ اپنے جس نہج کی وضاحت کرتے ہیں اس پر پورے طور پر کاربند نظر نہیں آتے، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے عربوں کے جمہور کلام (ان کے اخبار وایام) اور ان چیزوں کو جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے جو ذائع وشائع ہیں اور غریب ومستنکر الفاظ کو ثانوی درجہ دیا ہے جب کہ کتاب کے بین السطور سے یہ بات پورے طور پر واضح ہوکر سامنے آتی ہے کہ ان کے ہاں ''غریب'' و''نادر'' الفاظ کا بھی اچھا خاصا اہتمام موجود ہے۔

جہاں تک الفاظ گھڑنے اور تراشنے کی بات ہے تو یہ الزام ان پر الازہری کی طرف سے لگایا گیا ہے وہ ان پر تصحیف کا الزام بھی عائد کرتے ہیں، لیکن ان کے بیشتر الزامات حق وانصاف سے دور ہیں۔ان کے اندر چھپی ہوئی تعصب وتنگ نظری صاف نظر آتی ہے۔الازہری نے ان پر اور بھی الزامات لگائے ہیں۔لیکن السیوطی نے المزھر میں ان کے دفاع میں لکھا ہے: ''معاذاللہ ھو بری مما رُمی بہ، ومن طالع الجمھرۃ رأی تحریہ فی روایتہ: معاذ اللہ وہ اس الزام سے بری ہیں جو ان پر لگایا گیا ہے اور جو کوئی بھی الجمہرۃ کا مطالعہ کرے گا اس کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ اپنی روایت میں تلاش وجستجو سے کام لیتے ہیں۔

اس عظیم معجم نے بھی عربی زبان اور اس کے شیدائیوں پر اپنا گہرا اثر چھوڑا ہے، جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اس سے متعلق بہت سی کتابیں لکھی گئیں جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں: (۱) فائت الجمھرۃ لابی عمر الزاھد المتوفی ۳۴۵ھ (۲) جوھرۃ الجمھرہ للصاحب بن عباد المتوفی ٤٣٦ھ (۳) الموعب لابن التیانی المتوفی ٤٣٦ھ (٤) نظم الجمھرۃ لیحی بن معط المتوفی ٦٢٨ھ (٥) نشر شواھد الجمھرۃ لابی العلاء المعری المتوفی ٤٤٩ھ (٦) مختصر الجمھرۃ لشرف الدین الانصاری المتوفی ٦٣٠ھ۔

لیکن یہ سب وہ کتابیں ہیں جن کا ذکر صرف کتب تراجم میں ہی موجود ہے، ان میں سے کوئی بھی کتاب دستیاب نہیں ہے۔اگر یہ کتابیں ہم تک پہنچتیں تو اس نابغۂ روزگار لغوی کے کچھ اور تابناک پہلو بھی سامنے آتے جن کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ الجمہرۃ انھوں نے محض اپنے حافظہ سے املا کرادی تھی۔ (جاری ہے)